© rasailojaraid.com

پاکستان کے انتخابی نتائج

اور ان میں

جماعتِ اسلامی کی پوزیشن

(یہ وہ تقریر ہے جو لاہور میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ امیر جماعتِ اسلامی پاکستان نے ۱۰/ جنوری ۱۹۷۱ کو کارکنانِ جماعت اسلامی کے اجتماع میں کی تھی)۔

کارکنانِ جماعت کو خطاب کرنے میں ابھی میں کچھ تامل کر رہا تھا' اور چاہتا تھا کہ انتخابات کے نتائج سے جو گرماگرمی پیدا ہوئی ہے وہ ذرا کچھ اور ٹھنڈی ہو لے' اس کے بعد اظہارِ خیال کروں' تاکہ نسبتاً پرسکون ماحول میں لوگ اچھی طرح سوچنے سمجھنے کے لیے تیار ہوجائیں۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ انتخابات کے نتائج جس طرح غیر متوقع طور پر نکلے ہیں' اس کی وجہ سے بہت سے ذہنوں میں ایک طرح کا اضطراب پیدا ہو گیا ہے۔ جو لوگ جماعتِ اسلامی کے ساتھ پہلے سے وابستہ رہے اور مدتوں سے اس تحریک میں کام کر رہے ہیں' ان کے دل تو خدا کے فضل سے ہر اضطراب سے محفوظ ہیں' وہ پوری طرح مطمئن ہیں کہ جس راستے پر ہم چل رہے تھے' ٹھیک چل رہے تھے۔ اسی راستے پر ہمیں آگے چلنا ہے' اور جو کامیابی ہمیں مطلوب ہے' وہ اسی راستے پر چلتے ہوئے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لیے ان کے اندر تو کوئی اضطراب' کوئی بے چینی یا کسی قسم کی گھبراہٹ موجود نہیں ہے۔ لیکن ایک کثیر تعداد جو قریب کے زمانے میں اس تحریک سے وابستہ ہوئی ہے' اس کے اندر کچھ اضطراب پایا جاتا ہے۔ اور اس اضطراب کو بڑھانے میں وہ بہت سے تبصرے بھی حصہ لے رہے ہیں جو اخبارات و رسائل میں ان نتائج کے متعلق لکھے جا رہے ہیں۔ ان تبصرہ نگار حضرات میں سے اکثر و بیشتر وہ ہیں جنہوں نے جماعتِ اسلامی کو' اس کے مقصد اور طریقِ کار کو' اور ان حالات کو جن میں جماعت اسلامی نے شکست کھائی ہے' اچھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرح نہیں سمجھا۔ وہ اس شکست کے اسباب پر طرح طرح کے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں جن سے اس بات کا امکان ہے کہ جو نئے لوگ جماعت کے ساتھ حال میں وابستہ ہوئے ہیں' ان کے ذہنوں میں کہیں پراگندگی پیدا نہ ہو جائے' اس لیے میں نے یہ مناسب سمجھا کہ یہاں اپنے کارکنوں کو مخاطب کروں اور یہی بات جو میں کہہ رہا ہوں وہ جماعت کے تمام حلقوں تک پہنچا دی جائے تاکہ ہمارے ساتھ کام کرنے والے سب لوگ اچھی طرح سمجھ لیں کہ ہم کس مقصد کے لیے اٹھے تھے۔ کیا طریقِ کار ابتدا سے ہمارے سامنے تھا' اس طریقِ کار کے لحاظ سے ہم اپنے مقصد کی طرف کس طرح پیش قدمی کرتے رہے ہیں اور آگے کس طرح ہمیں اپنی منزل کی طرف بڑھنا ہے۔

میں مختصراً یہ بات بھی بتانا چاہتا ہوں کہ انتخابات میں حصہ لینے سے ہمارا مقصد کیا ہے۔ جن لوگوں کا خیال یہ ہے کہ ہمیں انتخابات میں حصہ نہیں لینا چاہیے تھا' یا نہیں لینا چاہیے' وہ دراصل ہمارے مقصد اور اس اسکیم کو نہیں سمجھتے جس پر عمل کرکے ہم اپنے مقصد تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ میں ابتداء میں عرض کر چکا ہوں' ہم محض اسلام کی تبلیغ کرنے نہیں اٹھے ہیں' بلکہ اس لیے اٹھے ہیں کہ وہ نظام اپنی ہمہ گیر اور مکمل صورت میں عملاً قائم ہو جو اسلام نے ہمیں دیا ہے۔ اسی مقصد کے لیے ہم نے جماعت کی تشکیل کی' قابلِ اعتماد سیرت کے آدمیوں کو ایک ایک کر کے جمع اور منظم کیا' پھر ان کی تربیت کرکے انہیں مزید آدمیوں کو ہم خیال بنانے کے لیے استعمال کیا' یہاں تک کہ یہ ایک ملک گیر جماعت بن گئی' اور لاکھوں آدمی ان سے متاثر ہو گئے۔ اب یہ ظاہر بات ہے کہ جو جماعت وہ مقصد رکھتی ہو جس کی ابھی میں نے آپ کے سامنے وضاحت کی ہے' وہ صرف اتنے ہی کام پر اکتفا نہیں کر سکتی' بلکہ اس کے لیے لازم ہے کہ اس کام کے ساتھ ساتھ وہ سیاسی طاقت حاصل کرنے کی بھی پیہم کوشش کرتی چلی جائے' تاکہ بالآخر وہ اس نظام کو بالفعل نافذ کر سکے جو اس کے پیش نظر ہے۔ اس غرض کے لیے ایک ممکنہ راستہ یہ تھا کہ خفیہ تحریک اور مسلح انقلاب کا طریقہ اختیار کیا جائے۔ لیکن ابتداء ہی سے ہماری یہ رائے تھی کہ اس راستے سے کوئی پائیدار اور صحت مند تغیر واقع نہیں ہو سکتا جو پورے معاشرے اور اس کے نظام کو مستقل بنیادوں پر تبدیل کر سکے۔ اس کے بعد لامحالہ دوسرا راستہ یہی رہ جاتا تھا کہ جمہوری اور آئینی طریقوں سے ایک نظامِ زندگی کی جگہ دوسرا نظام قائم کرنے کی بتدریج کوشش کی جائے' اور اس کی کوئی صورت اس کے سوا نہ تھی کہ جب بھی ملک میں انتخابات ہوں' ان میں حصہ لیا جائے' عام لوگوں کے سامنے معقول طریقوں سے اپنا پروگرام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیش کیا جائے' رائے عام کو اس کے حق میں ہموار کرنے کی تمام ایسی تدبیریں اختیار کی جائیں جو جائز بھی ہوں اور ہمارے وسائل و ذرائع کی حد تک قابلِ عمل بھی' اور عوام کے سامنے ایسے آدمی نمائندگی کے لیے پیش کیے جائیں جو اہل بھی ہوں اور قابلِ اعتماد بھی' تاکہ لوگ خود یہ فیصلہ کر سکیں کہ یہ پروگرام اور نمائندے ان کے لیے قابلِ قبول ہیں یا نہیں۔ ہمارے نزدیک بالغ رائے دہندگی سے بہتر کوئی طریقِ انتخاب اس مقصد کے لیے موزوں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسی طریقِ انتخابات میں ملک کے عام آدمی تک پہنچا جا سکتا ہے' اس میں معاملات کا شعور پیدا کیا جا سکتا ہے' اس کے ذہن کی تربیت کی جا سکتی ہے' اس کے اندر پروگراموں کی اور ان کے لیے موزوں آدمیوں کی پرکھ پیدا کی جا سکتی ہے اور اس کی رائے کو تیار کر کے پوری قومی زندگی میں وہ تبدیلی لائی جا سکتی ہے جو ہمیں مطلوب ہے۔ اسی لیے ہم ملک کے سیاسی نظام میں جمہوریت کے' اور بالغ رائے دہندگی کی بنیاد پر انتخابات کے ہمیشہ حامی بلکہ اس کے لیے کوشاں رہے ہیں اور ہمارے پیشِ نظر یہی رہا ہے کہ جو نظام ہم قائم کرنا چاہتے ہیں وہ جمہوریت اور انتخابات کے ذریعہ قائم کیا جائے' لیکن ہم کبھی اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں رہے ہیں کہ اس راستہ سے مطلوبہ تغیر لے آنا کوئی قریبی اور سہل الحصول کام ہے' اور ایک دو انتخابات ہی میں اس کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔ یہ تو ایک پیہم اور مسلسل سعی چاہتا ہے جس میں ہر انتخابات کے حاصل کردہ نتائج کو دوسرے انتخابات کے لیے استعمال کرنے کا سلسلہ جاری رکھنا ہو گا یہاں تک کہ بالآخر ہم قوم کی فیصلہ کن اکثریت کو اپنے حق میں ہموار کر لیں۔

پس جب یہ راہِ عمل ہمارے پیشِ نظر تھی تو آخر اس بات کی کیا معقول وجہ ہو سکتی تھی کہ جب ملک میں انتخابات کی نوبت آئی تو ہم خود پیچھے ہٹ جاتے اور دوسروں کو آگے لانے کی کوشش کرتے جیسا کہ ہمارے بعض خیر خواہ ہمیں مشورہ دے رہے ہیں۔ مجھے معاف کیا جائے' اگر میں پوچھوں کہ وہ دوسرے لوگ ہیں کہاں جو اس نظامِ زندگی کو واقعی قائم کر سکتے ہوں بلکہ اسے اچھی طرح سمجھتے بھی ہوں' اور جنہوں نے اسے قائم کرنے کے لیے فی الواقع کوئی کام کیا ہو؟ اگر ایسے لوگوں کی نشان دہی کی جائے تو ہم خوشی سے اس کے لیے تیار ہیں کہ فصل ہم بوئیں اور کھیت ان کے حوالے کر دیں بشرطیکہ ہمیں یہ اطمینان ہو کہ وہ اس کھیتی کی حفاظت بھی کر سکیں گے اور اس کی فصل بھی کاٹ سکیں گے۔ ہم نے یہ فصل اپنے لیے نہیں بوئی تھی اور نہ اپنی خاطر اسے کاٹنا ہمارے پیش نظر تھا۔ اگر ہمیں یہ اطمینان ہوتا کہ یہاں کوئی ایسا ہے جو اس بوئی ہوئی کھیتی کو سنبھال بھی سکتا ہے اور کاٹ بھی سکتا ہے تو بڑی خوشی سے پیچھے ہٹ جاتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور کہتے کہ بسم اللہ آپ حضرات تشریف لائیں' اور یہ فصل حاضر ہے۔ لیکن ایسا کوئی گروہ یہاں موجود نہیں ہے۔ یہ گروہ بھی جو تیار ہوا ہے' تیس سال کی محنتوں سے تیار ہوا ہے اور اس کے اندر بھی اس ساری جانچ پرکھ اور نگہداشت کے باوجود جو قابلِ اعتماد سیرت کے لوگ جمع کرنے کے لیے کی جاتی ہے' گندے انڈے نکل ہی آتے ہیں جن سے اس کو صاف کرنا پڑتا ہے۔ پھر بھلا وہ لوگ جن کے ہاں سیرت و کردار کی سرے سے فکر ہی نہیں ہے اس فصل کو کہاں سنبھال سکتے ہیں؟

ہمارے کچھ دوست کہتے ہیں کہ تم نے قوم کی نبض پر ہاتھ نہیں رکھا۔ میں کہتا ہوں کہ اس قوم کی نبض پر ہاتھ ہم نے بھی رکھا' اور بہت سے دوسرے لوگوں نے بھی رکھا۔ لیکن تشخیص و تجویز سب کی مختلف تھی۔ ہم نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھ کر ایک حکیم کی طرح یہ محسوس کیا کہ اس قوم کے اندر یہ یہ کمزوریاں اور یہ یہ بیماریاں موجود ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کی کمزوریاں دور کریں' اس کی بیماریوں کا علاج کریں اور اس کے دکھوں کو دور کرنے کے لیے وہ تدبیریں اختیار کریں جن سے فی الواقع اس کے دکھ دور ہو سکتے ہوں۔ کچھ اور لوگ تھے جنھوں نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھ کر اس کی کمزوریوں کو محسوس کیا اور یہ سوچا کہ ان کمزوریوں سے کس طرح فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے' اس کی بیماریوں کا اندازہ کیا' اور ایک لالچی ڈاکٹر کی طرح یہ سوچا کہ اس بیمار کو کس طرح لوٹا جا سکتا ہے' اس کے دکھوں کو معلوم کیا اور یہ طے کیا کہ اس کی ہر دکھتی رگ کو ایک ایک کرکے دبا دبا کر پہلے اسے تڑپایا جائے اور پھر اس کے دکھ درد دور کرنے کے لیے طرح طرح کے جھانسے دے کر اسے بیوقوف بنایا جائے۔ اب اگر فیصلہ اسی پر ہے کہ مریض نے کس کو چھوڑ کر کس کے حوالے اپنے آپ کو کر دیا' تو فی الواقع وہ دردمند حکیم احمق تھا جس نے بیمار کے علاج کی فکر کی تھی' اور وہ سب عطائی دانشمند تھے جو اسے بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن ہم ایسی دانشمندی سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں' اور اس بات پر خوش ہیں کہ اس نوعیت کے مقابلے میں جس چیز کو حماقت سمجھا جا رہا ہے اسی کی توفیق خدا نے ہمیں عطا فرمائی۔ ہم اس قوم کا علاج کرنے اٹھے تھے۔ اسے بے وقوف بنانے کے لیے نہیں اٹھے تھے۔ قوم کا جو سمجھدار اور صاحبِ علم طبقہ تھا' اس کی اکثریت نے ہمیں واقعی معالج سمجھا' اور ہماری تائید کی۔ بھولے بھالے سادہ لوح عوام نے اپنی ناتجربہ کاری کے باعث ان لوگوں کو پسند کر لیا جو اسے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس پہلے تجربے سے ہم قطعاً مایوس نہیں ہیں۔ جو مقصد ہمارے پیش نظر ہے اس کی خاطر ہم پے در پے ایسے ہی تجربے کرتے رہیں

بقیہ بر صفحہ ۳۹

© rasailojaraid.com